R. No. 2186/57 Regd. No. L. 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ٹیلی فون ...
قیمت فی پرچہ ...

تاریخ اشاعت

جلد ۲۵ ۔ شمارہ ۱۳ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | یکم اپریل ۱۹۶۶ء

اداریہ

آندھرا میں اردو

آندھرا پردیش کی اسمبلی میں تیلگو کو سرکاری زبان بنانے کے لیے جو بل پیش کیا گیا ہے اس میں اردو اور اس ریاست میں بولی جانے والی دوسری زبانوں کے موقف کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی کئی موقعوں پر ریاست کے ذمے دار اشخاص کی طرف سے اردو کے حقوق کے تحفظ کا اعلان کیا جا چکا ہے، لیکن سرکاری زبان کے بل میں اس بات کی صراحت ضروری تھی کہ اردو کو بھی سرکاری مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکے گا۔ ہمیں خوشی ہے کہ آندھرا پردیش کی ریاست نے اس سلسلے میں نہ صرف روشن خیالی اور وسعت نظر کا ثبوت دیا ہے بلکہ دوسری ریاستوں کے لیے ایک نمونہ بھی قائم کیا ہے۔ آندھرا کے وزیر اعلیٰ خصوصاً ہماری مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اس معاملے میں حقائق کا لحاظ رکھا اور اردو کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی۔ آندھرا کی انجمن ترقی اردو عرصے سے حکومت اور عوام کو اس سلسلے میں توجہ دلا رہی تھی۔ آندھرا کے طول و عرض میں جلسوں اور قراردادوں کے ذریعے حکومت کو اس کا فرض یاد دلایا گیا تھا۔ انجمن کے کارکنوں نے اس سلسلے میں اردو کے کیس کے متعلق ایک کتابچہ شائع کیا تھا اور انجمن کا ایک وفد بھی وزیر اعلیٰ سے مل چکا تھا۔ ان تمام باتوں کے بعد ہمیں اس کی تو خوشی ہے کہ حکومت نے اردو دوستوں اور انجمن ترقی اردو کے مطالبات پر توجہ کی مگر یہ تشنگی بھی محسوس ہوتی ہے کہ جہاں تیلگو کے علاوہ اردو اور دوسری زبانوں کے استعمال کو قانونی حیثیت دی گئی وہاں اس بات کی صراحت نہیں کی گئی کہ اس سے پہلے حکومت کی طرف جو اعلانات اردو کے سلسلے میں شائع ہو چکے ہیں ان کی بھی اب قانونی حیثیت ہوگی اور پھر اس استعمال کو بھی ایک مناسب مدت تک محدود رکھا گیا۔ بہتر یہ ہوتا کہ اس استعمال کو مناسب مدت کے لیے محدود نہ کیا جاتا اور حکومت اس عرصے میں اردو کے استعمال کے سلسلے میں جو اعلانات کر چکی ہے انھیں کو قانونی شکل دے دی جاتی۔ یہ خیال اس وجہ سے ہوتا ہے کہ بعض ماہرین قانون کے نزدیک سرکاری زبان کے قانون کی جو حیثیت ہے وہ حکومت کے اعلانات کی نہیں ہے۔ اعلان کو قانون نہیں بنایا جاتا۔ اب بھی وقت ہے کہ اردو کے سلسلے میں جو اعلانات ہوئے ہیں ان کو مناسب ترمیمات کے ذریعے سے قانون کی شکل دے دی جائے۔ حکومت کو اس میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

ہمیں یقین ہے کہ آندھرا کی انجمن اور اردو دوست اس سلسلے میں چوکس رہیں گے۔ آندھرا میں اردو کے موقف کے سلسلے میں آندھرا کی حکومت کا رویہ یقیناً لائق ستائش ہے مگر عمل کی دنیا میں اشاروں اور خالی اعلانات سے کام نہیں چلتا۔ واضح اور غیر مبہم ضمانات کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی تیلگو کے بعد اردو کے استعمال اور چلن کے سلسلے میں جائز سہولتیں دینا اور اردو کی ترقی کے راستے سے رکاوٹیں دور کرنا۔ بہر حال انجمن اور اردو دوستوں کی یہ کوشش رہے گی کہ اردو کی سرکاری اور قانونی حیثیت کو اس طرح واضح کر دیا جائے کہ پھر اس سلسلے میں کسی شبہ یا تردد کی گنجائش باقی نہ رہے۔

حق بحقدار

۲۰ مارچ کو دہلی میں اردو کے مشہور محقق حضرت امتیاز علی عرشی کی اکسٹھویں سالگرہ منائی گئی۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نائب صدر جمہوریہ ہند

اس شمارے میں

نے جلسے کی صدارت کی۔ اس موقع پر کئی حضرات نے حضرت عرشی کی علمی خدمات کو سراہا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے حضرت عرشی کی خدمت میں ایک کتاب پیش کی جس میں ہندوستان و پاکستان کے متعدد ارباب قلم کے علاوہ دوسرے ملکوں کے عالموں کے بھی مضامین ہیں۔ اس سلسلے میں جہاں حضرت عرشی کے کارناموں کا اعتراف اور نوجوانوں کے لیے نظیر و نمونہ اور مثال کے ان کی ذات کو پیش کرنا ضروری ہے وہاں یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ جناب مالک رام نے تمام مضامین یکجا کرنے، کتاب کی طباعت کی نگرانی کرنے اور اس تقریب کے لیے اخراجات کی فراہمی کے لیے جو محنت کی ہے، وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ شعراء کی خدمات کا تو اعتراف ہوا ہے، مگر عرشی جیسے عالموں اور محققوں کے کارناموں کا اعتراف، اس بات کا ثبوت ہے کہ اردو دنیا اب پہلے سے زیادہ بیدار ہے اور ادب کے ہر گوشے میں معیاروں کی تلاش اور اچھے کاموں کے اعتراف کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ اردو ادب کی ترقی کے لیے یہ اچھا شگون ہے۔ عرشی صاحب کو جو کتاب نذر کی گئی وہ بجائے خود ایک علمی صحیفہ ہے۔

سال رواں کے لیے ٹیگور انعامات

بنگالی ہندوؤں کی اردو خدمات کو پانچ ہزار کا انعام

حکومت مغربی بنگال کے منتخب شدہ ججوں کی سفارش پر عمل کرتے ہوئے حکومت مغربی بنگال نے ۶۶-۱۹۶۵ء کے لیے رابندر ناتھ ٹیگور یادگار انعامات پانے والوں کے ناموں کا اعلان کیا ہے۔

(۱) شریمتی آشا پورنا دیوی کو ان کی بنگلہ تصنیف "پرتھم پرتشرتی" پر (۲) شری شانتی رنجن بھٹاچاریہ کو ان کی اردو تصنیف "بنگالی ہندوؤں کی اردو خدمات" پر اور (۳) شری اندروان بھٹاچاری نریندپوری کو ان کی بنگلہ تصنیف "وید سبھا گر" پر یہ انعامات دیے گئے ہیں۔ حکومت مغربی بنگال ہر سال ٹیگور انعامات دیا کرتی ہے اور فی انعام پانچ ہزار روپے کا ہوتا ہے۔ شری شانتی رنجن بھٹاچاریہ نے اپنی ابتدائی زندگی حیدرآباد میں گزاری اور فی الحال وہ حکومت مغربی بنگال کے محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ کے شعبۂ اردو میں ملازمت کر رہے ہیں۔

(پریس نوٹ)

فضلی کی "کربل کتھا" کو ایک ہزار روپیہ کا انعام

لکھنؤ ۔ ۱۸ مارچ ۔ شمالی ہند میں اردو نثر کی پہلی کتاب، فضلی کی "کربل کتھا" کو جسے مالک رام (دہلی) اور ڈاکٹر مختار الدین آرزو (علی گڑھ) نے ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے "میر انعام" کا مستحق قرار دیا گیا ہے جو ایک ہزار روپے ہے۔

یہ اعلان صدر آل انڈیا میر اکاڈمی جناب مقبول احمد لاری نے آج ایک پریس کانفرنس میں کیا۔

انھوں نے بتایا کہ میر اکاڈمی کی طرف سے سال کی بہترین اردو تصنیف پر ایک ہزار روپے کا "میر انعام" دینے کا جو فیصلہ کیا گیا ہے اس کے تحت اکاڈمی کی طرف سے مقررہ ججوں پروفیسر سید مسعود حسن رضوی، ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی، پروفیسر سید احتشام حسین، ڈاکٹر امرت لال عشرت اور صدر میر اکاڈمی نے ۱۹۶۵ء کی بہترین اردو تصنیف "کربل کتھا" کو قرار دیا ہے۔

اس کے علاوہ صدر اکاڈمی نے ڈاکٹر سیدہ جعفر (حیدرآباد) کو ان کی تصنیف "من سمجھاون" پر تین سو روپے اور عمر انصاری (لکھنؤ) کو ان کے مجموعہ کلام "ساز بیخودی" پر دو سو روپے کے مخصوص انعام دینے کا اعلان کیا۔

(قومی آواز)

الٰہ آباد سے ماہنامہ "شب خون" کا اجرا

الٰہ آباد ۱۰ مارچ ۔ ادبی حلقوں میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ ڈاکٹر سید اعجاز حسین صاحب کی ادارت میں ماہنامہ "شب خون" کا اجرا ہو رہا ہے۔ پہلا شمارہ مئی ۱۹۶۶ء میں منظر عام پر آئے گا۔ ایک شمارہ کی قیمت ایک روپیہ اور سالانہ دس روپیہ ہے۔ خط و کتابت کا پتہ ۳۱۳ رانی منڈی الٰہ آباد ۳ ہے۔ (نامہ نگار)

آل انڈیا ریڈیو کی اردو مشاورتی کمیٹی کی میٹنگ

نئی دہلی ۔ ۱۸ مارچ ۔ آج آل انڈیا ریڈیو کی اردو مشاورتی کمیٹی کی ایک میٹنگ میں جس کی صدارت وزیر اطلاعات و نشریات راج بہادر نے کی اردو کے نشریات کی توسیع اور اصلاح کی کئی تجاویز پیش ہوئیں۔ میٹنگ کے شرکاء میں نائب وزیر اطلاعات و نشریات مسز نندنی ستپتی، ممبر پارلیمنٹ بیگم انیس قدوائی، مسز زینت ساجدہ، آنند نرائن ملا، پروفیسر محمد مجیب اور علی سردار جعفری شامل تھے۔ راج بہادر نے کمیٹی کو بتایا کہ چند مہینوں کے اندر حیدرآباد میں ایک زیادہ طاقتور ٹرانسمیٹر کا اضافہ کر دیا جائے گا اور پھر موجودہ ٹرانسمیٹر پر اردو پروگرام نشر کرنا ممکن ہو سکے گا۔ لکھنؤ اور حیدرآباد سے اردو کے باقاعدہ پروگرام نشر ہونے لگیں گے۔ اردو مجلس کا آدھ گھنٹہ کا ایک پروگرام دہلی سے طاقتور ٹرانسمیٹروں پر پہلے سے ہو رہا ہے۔ اردو پروگرام نشر کرنے والے صوبوں کے اسٹیشن ڈائرکٹروں کی میٹنگ حال ہی میں دہلی میں ہوئی تھی۔ اردو پروگراموں کو بہتر بنانے کے سلسلے میں ان کی کئی تجاویز پر غور ہو رہا ہے۔

(سیاست جدید)

"ادیب" کا دوبارہ اجرا

یہ خبر ادبی حلقوں میں مسرت سے سنی جائے گی کہ جامعہ اردو کا ترجمان "ادیب" [illegible] دوبارہ زیر ادارت ابن فرید جاری ہو گیا ہے۔ یہ دو ماہ میں ایک بار شائع ہوا کرے گا۔ ہر شمارہ کی قیمت ایک روپیہ ہوگی۔ اس کو سر سید بک ڈپو علی گڑھ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(نامہ نگار)

مشتاق احمد خاں عادل ادیب

برجموہن دتاتریہ کیفی کے خطوط

کیفی صاحب کے یہ خطوط جناب عبدالصمد سرکار مباگلی کے نام ہیں۔ سرکار صاحب ریاست میسور کے کہنہ مشق شاعر، بے مثال ادیب اور اچھے نقاد ہیں۔ برسوں آپ کو علامہ کیفی سے تلمذ رہا ہے جس کا پتا سرکار کے نام علامہ کیفی کے خلوص آگیں خطوط سے چلتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

خط نمبر ۱

۱۰، بلی پور روڈ سول لائنز دہلی ۲۸ مارچ سنہ ۴۹ء

سرکار صاحب کو دعا و سلام، غزلیں دیکھ کر واپس ہیں۔ دہلی کے لوگ بھی چاہتے ہیں کہ میں یہیں رہوں مگر ہماری پرانی انجمن ترقی اردو تو یہاں کام کر ہی نہیں، اور میں آیا اسی غرض سے تھا کہ عبدالحق پاکستان میں رہیں اور میں یہاں رہوں، توقع کے خلاف صورتیں پیدا ہوگئیں خیر ہاں تو میں نے یہاں کے دوستوں سے کہا کہ مجھے تو ادب کی خدمت کرنی ہے مجھے سب جانتے ہیں حکومت والوں سے ملو اور دیکھو کہ وہ کوئی صورت نکال سکتے ہیں بیسیوں شعبے ہیں، جہاں حکومت مجھ سے مستفید ہو سکتی ہے، ان لوگوں نے کوشش شروع کی ہے، آپ پچھلے خط میں لکھتے ہیں "ایک رقم ارسال خدمت ہے" "ماہانہ چندہ" کا بھی ذکر کیا ہے، حضرت! پہلے یہ بتایئے کہ آپ کی آمدنی کیا ہے، آپ کا بیڑی کا کارخانہ ہے آپ کے بنگلے اور دکانیں اور باغات بھی ہوں گے انکم ٹیکس کی بھی اچھی رقم ادا کرتے ہوں گے مگر اس سے آمدنی کا پتا نہیں چلتا ہے میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کہیں وہ رقم جس کا آپ نے ذکر کیا ہے آپ کے جوش و شوق کی وجہ سے اس سے زیادہ تو نہیں جتنی ہونی چاہیے تھی، دوسری بات یہ ہے کہ صاف صاف لکھیے کہ آپ کا مدعا اس رقم سے متعلق کس مد میں صرف کرنے کا ہے اور بھی آپ سے کئی باتیں دریافت کرنی ہیں (۱) یہ آپ کا گاؤں باگل آخر ہے کہاں، اتنا تو معلوم ہوا کہ سونے کی کانوں کے قریب ہے مگر اس سے کچھ پتا نہیں چلتا بتلایئے کہ مدراس اور بنگلور سے کتنی دور ہے (۲) آپ کی انگریزی کی واقفیت کتنی ہے، (۳) فارسی کی واقفیت کا حال بھی بتایئے، (۴) آپ کی عمر کیا ہے ماشاء اللہ بھری جوانی معلوم ہوتی ہے (۵) اگر آزاد کی آب حیات نہیں دیکھی ہے تو اب پڑھ جایئے، اس کے بعض مندرجات کی تاریخی صحت کی نسبت لوگوں کو اختلاف ہے اس سے آپ کو غرض نہیں آپ اس کی زبان اور اسلوب پر نظر رکھیے (۶) پہلے آپ کس سے مشورۂ سخن کرتے تھے (۷) کون کونسے اردو کے رسالے یا اخبار دیکھا کرتے ہیں، بنگلور کا آفتاب اردو؟ آج کی ڈاک میں اپنی تصنیف کی دو کتابیں بھیج رہا ہوں، نہتارانا، کیفیہ۔ نہتارانا کی دوسری جلد میرے پاس نہیں مجھے دونوں نے لوٹا ایک نے وہاں لاہور میں اور دوسرے نے یہاں دہلی میں، خیر اس لیے لکھا شاید واپس منگانی پڑے، دوسری کتاب کیفیہ آپ کی نذر ہے اس کو سبقاً سبقاً پڑھیے اور جو بات سمجھ میں نہ آئے وہ صفحہ سطر کا حوالہ دے کر مجھ سے پوچھ لیجیے، اگر آپ اس کتاب پر حاوی ہو گئے تو پھر آپ کو کسی اور کتاب کی ضرورت نہ رہے گی۔

اخلاص کیش، برجموہن دتاتریہ کیفی

خط نمبر ۲

۱۰ بلی پور روڈ سول لائنز دہلی ۵ جون سنہ ۴۹ء

سرکار جیو، مودت نامہ ملا، سب چیزیں دیکھ کر واپس ہیں معلوم ہوتا ہے تم نے کیفیہ دیکھنی ابھی شروع نہیں کی ورنہ کچھ دریافت کرتے، میری طبیعت پچھلے دنوں اچھی نہیں رہی گرمی بہت رہی اور ہے وہ تو آندھی آجاتی ہے اور بوندا باندی ہو جاتی ہے جس سے کچھ امن ہو جاتا ہے۔ لکھا ہے "میں تخیلی دنیا کا بڑا تکراری آدمی تھا" اب بھی شوق سے ویسے ہی بنے رہو، تکراری کی وجہ سے دبنے دبلانے کا کوئی سوال نہیں، بھئی میرے لیے درازی عمر کی دعا نہ مانگا کرو میں زندگی سے تنگ آگیا ہوں، تراسی واں سال جا رہا ہے، چار سال سے وجع المفاصل کا شکار ہوں۔ معمولی زینہ چڑھ نہیں سکتا سو پچاس قدم سے زیادہ چل نہیں سکتا، گھٹنے کام نہیں دیتے، فرش پر بیٹھ نہیں سکتا کرسی پر سدا رہتا ہوں، اب دوسری طرف آیئے، احباب اور ہم ذوق لوگ سب تتر بتر ہو گئے ان دونوں دہلیوں میں صرف ایک سید بیخود[۱] رہ گئے ہیں سو مجھ سے تین برس بڑے اور میرے ہی جیسے معذور، میاں لوگوں کے دل بدل گئے ہیں کایا پلٹ گئی ہے یہ سب دیکھتا ہوں اور زہر کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہوں خیر تم خوش رہو۔

کیفی

خط نمبر ۳

۱۰ بلی پور روڈ سول لائنز دہلی ۲۰ جون سنہ ۴۹ء

واہ بھئی واہ سرکار خفا ہو گئے برا مان گئے، میاں میں نرا شاعر اور مصنف ہی نہیں نقاد بھی ہوں جب تم نے یہاں کے آنے کے پتے پوچھے تو میں نے تمہارے عندیہ کا تجزیہ کیا اور لکھ دیا کہ اگر سفر کی غرض کاروباری ہے تو خیر اور اگر صرف

۱؎ سید وحید الدین بیخود دہلوی جانشین حضرت داغ۔ ...

.... سرکار

مجھ سے ملنا ہے مصروست سفر کو ملتوی کردو۔ اور موسم کی تمھیاں جتا کیا خراب ہیں کچھ نہیں کہوں گا سوائے اس کے کہ کم سے کم پندرہ دن سے پہلے برسات شروع ہونے کی امید نہیں اس سے پہلے لمبا سفر کرنے والے کو پانی کی صراحی اور تھرمس میں برف ضرور ساتھ رکھنی چاہیے کل یا گل سے دلی تین چار دن سے کم کا سفر نہ ہوگا سفر میں کھانے کی چیزوں کی بابت پوری احتیاط چاہیے خراب میوہ یا کھانا ہر موسم میں نقصان کرتا ہے مگر گرمیوں میں سم قاتل کا حکم رکھتا ہے۔ یہاں پہنچنے سے چار روز پہلے اپنی آمد کے دن اور وقت سے مطلع کردو۔

کیفی

خط نمبر۴

۶۔ علی پور روڈ سول لائنز دہلی

خواہ مخواہ تکلیف اٹھاتا اور روپیہ کا صرف، میاں روپیہ بہت بڑی چیز ہے اس کو سنبھال کر رکھو اگر دنیا میں رہنا ہے، اور مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہو گے ایک تو اسی برس کا بوڑھا پاس سے دن کو اونٹ دکھائی نہ دے، دور کی ہلکی آواز سنائی نہ دے نہ اس کے ہاتھ کام دیں نہ ٹانگیں نہ وہ چل سکے نہ زینہ چڑھ سکے ہاں بیٹھا بیٹھا دنیا بھر کی باتیں کر سکتا ہے، میاں میں تو دنیا کے لیے عبرت کا سبق بن گیا ہوں، تمہاری نادیدہ محبت قدر کے قابل ہے، آپ کے بھائی طبیب ہیں اچھی بات ہے خدا ان کے ہاتھ میں شفا بخشے، بھئی نادیدہ محبت تو ہو سکتی ہے لیکن نادیدہ علاج نہیں ہو سکتا، میاں یہ تو سوچو کہ جس زندگی سے میں تنگ آگیا ہوں اس کے بچانے کے لیے دوستوں کو تکلیف دینا حماقت نہیں تو کیا ہے، میں تو ملی نہیں نسیت ہمت ہوں لیکن حقایق بدیہی سے کیونکر آنکھیں بند کر سکتا ہوں اس بیماری کو پورے چار برس ہو چکے، جو اتنا تو ہو سکتا تھا ہو چکا یہ ٹھیک ہے کہ ان چار برسوں میں ڈاکٹری علاج ہی ہوتا رہا یعنی ایلوپیتھک اور ہومیوپیتھک مرض میں جو کمی ہوئی ہے وہ ہومیوپیتھک سے ہاں یونانی علاج شروع سے ہوا ہی نہیں کیونکہ کوئی اچھا طبیب ملا ہی نہیں حکیم حسین احمد امروہی یہاں طبیہ کالج میں تھے ان کی بتائی ہوئی سورنجان شیریں اور خمیرہ ابریشم کا شروع ہی کیا تھا کہ وہ خود بیمار ہو کر امروہہ یا کہیں چلے گئے، میاں ان باتوں میں کیا رکھا ہے، کسی روز اخبار میں پڑھ رہنا کہ وہ بوڑھا گنہگار چل بسا لو یہ شعر سنو،

کیا کروں سر پہ طبیبوں کا میں احسان لیکر
یہ مرض جائے بھی تو جائے مری جان لیکر

۱ؔ۔ اس خط پر تاریخ نہ تھی۔

سرکار

حاصل زیست ہے یہ درد مسیحا مجھ کو
آپ کیا آئے ہیں یہ دعوت درماں لیکر
تھا مرے سینۂ پُرداغ سے جنت میں شور
کون آیا یہ گلستاں میں گلستاں لیکر
(دو شعر یاد نہیں آتے)
کیفی اک مرد موحد ہے تو پھر کیا کرتے
اپنی امت میں اسے گبر و مسلماں لیکر
کیفی

تصور حسین زیدی

مولانا عرشی

(موصوف کی اکسٹھویں سالگرہ پر ـــــ نذرِ عقیدت)

تپشِ دل سے ہوا دانش و بینش کو فروغ — جستجو سے چلی منزل کا اشارہ بن کر
سخت کوشی و ریاضت کے نہاں خانے میں — قطرۂ خونِ جگر چمکا شرارہ بن کر

تشنگی بڑھتی گئی، بڑھتی گئی، بڑھتی گئی — خالی ہوتے گئے مینا و خم و ساغر و جام
ہو سکے تر نہ مرے رندِ بلا نوش کے لب — ظرفِ میخوار سے اونچا ہوا میخانہ کا نام

زہرِ خوں رنگ رگ و پے میں اترتا ہی گیا — "تلخیِ کام و دہن" آئی گوارا بن کر
یوں ملا فہم و فراست کو بصیرت کا سراغ — شبِ تیرہ بھی سحر آئی ستارا بن کر

تو نے پیغام بھی جلوت کی طرب گاہوں سے — تو نے بے کیفیِ خلوت کو مگر سلجھا دیا
پھول پہلے تو کبھی ایسے لہو رنگ نہ تھے — تو نے کانٹوں کے رگ و ریشے میں بھی بھر دیا

ہاں یہی وقت گزیدوں پہ جو ٹھہر جائے کبھی — اور دنیا پہ بیتے ہوئے لمحوں کا حساب
بزمِ خلوت کو حساب اہلِ طرب ہی جانیں — تیرا ہر لمحۂ خلوت ہے مگر ہیچ کتاب

جب کہ بیٹھے کے مجلس میں کتب خانے کے — بکھرا دشتِ طلب میں صبا کی مانند
ذہن چلتی ہوا اور فکر کو سینہ ہوا چاک — خوشبوِ دل بہہ گیا خونِ کفِ پا کی مانند

ہو گئی کار گہِ فکر و نظر جب روشن — قلبِ آگاہ نے دہرا دیے پارینہ سبق
تیرے ابرو پہ اک ادنیٰ کا سا اشارہ پا کر — خود الٹنے لگے بوسیدہ کتابوں کے ورق

اور اسلاف کی بے لوث ریاضت کے نشاں — آئینہ خانۂ ہستی میں چمک اٹھنے لگے
پا کے اک لمسِ صبا دستِ چمن جاگ اٹھا — چہرے مرجھائے ہوئے پھول مہک اٹھنے لگے

ذہن بیدار ہوا، فکر نے انگڑائی لی — پاکیِ نفس نے خوابوں کو طہارت بخشی
سحرِ اخلاص سے احساسِ صداقت چمکا — سادگی نے ترے تیور کو متانت بخشی

عزم و جرأت نے بڑھائے جو ترے پاس قلم — لکھ گئی ایک کتاب، اور کتاب اور کتاب
بڑھ گیا ان کے خلاف اور بھی تحریری ثبوت — ذائقے آئے ہیں جو خدمتِ مشرقی پنجاب

یوگندر پالی صابر

حسن

چاند گلفام صنم زہرہ جبیں کہتا ہے — پھول کہتا ہے کہیں شمع کہیں کہتا ہے
حسن در اصل کوئی چیز نہیں ہے صابر — عشق خود اپنے تصور کو حسیں کہتا ہے

آندھرا پردیش میں اردو

(مدراس انگریزی روزنامہ "انڈین ایکسپریس" نے اپنی ۱۰ مارچ کی اشاعت میں "آندھرا پردیش اور اردو" عنوان سے ایک بڑا اچھا اور خیال انگیز اداریہ سپرد قلم کیا ہے جس کا ترجمہ قارئین "ہماری زبان" کے لیے درج ذیل ہے۔ ادارہ)

زبان کی بنیاد پر ریاستوں کی تنظیم نو اس اعتبار سے خاصی تسلی بخش کہی جا سکتی ہے کہ اس کے بعد مختلف علاقوں کی علاقائی خصوصیات جیوں کی تیوں برقرار ہیں۔ مگر یہ تنظیم نو کے نتیجے کے طور پر ذہنوں میں خاصی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ ہمارا نظری تحلیل کے وقت بعض ذہنوں میں یہ خیال یا خوف تھا کہ بمبئی کی مخصوص رنگا رنگی ختم ہو جائے گی اور وہ صرف ایک مراٹھی شہر ہو کر رہ جائے گا، لیکن یہ خطرہ غلط ثابت ہوا اور بمبئی آج بھی پہلے کی طرح ہندوستان کی قومی اور ارتقا پذیر اور مشترکہ تہذیب کا نمونہ ہے۔ آج بھی یہ ہندوستان کے مختلف علاقوں اور مختلف زبانوں کے بولنے والوں کا مرکز ہے۔ بلکہ اس کی رنگا رنگی میں پہلے سے کچھ اضافہ ہی ہوا ہے۔ اسی طرح حیدرآباد، جیسا کہ پنڈت نہرو نے کہا تھا، آج بھی مختلف تہذیبوں کا سنگم ہے۔ باوجود اس کے کہ اب حیدرآباد کی سیاسی حیثیت کچھ بدل گئی ہے اور اب وہ ریاست حیدرآباد کے بجائے آندھرا پردیش کا دار الخلافہ ہے۔ حیدرآباد اور اس کے آس پاس کے تلنگانہ علاقے میں ہندو اور مسلمان، اردو، تلگو، مراٹھی اور کنڑ بولنے والے ایک زمانے سے نہ صرف یہ کہ ساتھ رہتے ہیں بلکہ ایک دوسرے سے بہت قریب اور ہم آہنگ ہیں۔ آندھرا پردیش ۱۹۵۶ء میں وجود میں آیا لیکن یہ بڑی قابل قدر بات ہے کہ اتنے سال گزر جانے کے باوجود ہم آہنگی کی وہ خوشگوار فضا قائم ہے جو پہلے تھی۔ یہ اس علاقے کے عوام کی وسیع القلبی کا ثمر ہے۔ ملک کی جذباتی ہم آہنگی کے نقطۂ نظر سے آج کوئی بات اس سے زیادہ ضروری نہیں ہے کہ موجودہ ہم آہنگی کی فضا برقرار رہے۔

اس لیے یہ امید بے جا نہیں کہ جاری مالی سال کے اجلاس میں آندھرا پردیش اسمبلی میں زبان کے تعلق سے جو بل پیش کیا جانے والا ہے اس میں ریاست کی موجودہ جذباتی فضا کا خیال رکھا جائے گا۔ بعض خوشگوار تاریخی حالات کی وجہ سے اردو کو ایک زمانے سے عوام کی زندگی میں ایک مخصوص حیثیت حاصل ہے۔ سوال تلگو اور اردو کے مقابلے یا رقابت کا نہیں ہے، سوال ہے حقائق کے حقیقت پسندانہ احساس کا اور ان کی بنیاد پر مناسب انتظامات کا۔ آندھرا پردیش کے تمام بہی خواہ اور تمام وہ لوگ جو ملک میں جذباتی ہم آہنگی کی قوتوں کو مضبوط ہوتے ہوئے اور ترقی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، اس بات کی امید کرتے ہیں کہ زبان کے نئے بل میں اردو کو اس کا وہ حق دیا جائے گا جس کی وہ مستحق ہے۔ ریاست بننے کے بعد سے یکے بعد دیگرے جو مختلف چیف منسٹر برسر اقتدار آئے، ان کے بیانات کو دیکھتے ہوئے اس توقع کے پورا ہونے کی سو فی صدی امید ہے۔

مراسلات

فلسفۂ شعر کی اور حقیقت ہے کیا
حرفِ تمنا جسے کہہ نہ سکیں روبرو

فرید صاحب نے شعر مذکور کو بحر منسرح میں ثابت کرنے کے لیے تقطیع، وزن، اور بحر حقیقی و غیر حقیقی کا طلسمی محل تیار کر کے بے دلیل تحریر فرما دیا کہ بحر بسیط میں مستفعلن کو "طے" نہیں کرتے۔ یہ رکن سالم رہتا ہے۔ زحافات کا عمل صرف فاعلن پر ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ مستفعلن میں زحاف "طے" کے عمل سے کون چیز مانع ہے؟ بحر مجتث کی طرح یہاں رکن مس تفع لن، مفروق نہیں۔ کہ زحاف طے کا عمل نہ ہو سکے۔ آپ نے آخر میں بحر مجتث کے تحت لکھا تو ہے لیکن وہاں زحاف "طے" کے عمل نہ کرنے کی وجہ نہیں لکھی۔ کیونکہ آپ ہو جائے غلط یعنی مس تفع لن، مفروق کی جگہ مستفعلن مجموعی تحریر فرما گئے ہیں۔

بحر بسیط میں زحاف طے آ سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں نصیر المحققین علامہ طوسیؒ کا قول ہے کہ

"بپارسی شاید کہ ہمہ ارکان مجنون بکار دارند یا ہر چہ فاعلن بود، مجنون بود و لیس، و شاید کہ ہر دو مستفعلن مطوی بود و مثال مطوی از مجزو و شعر۔

دور مدار اے صنم لب، ز لبم

تا بفزاید بلا، در طربم"

(مفتعلن فاعلن مفتعلن)

آگے آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ شعر مذکور کو بحر بسیط کا شعر قرار دینے سے صرف ایک ہی زحاف سے کام چل جاتا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ اسی وزن میں فاعلن کی اذالت بھی جائز ہے۔ کچھ میں نہیں آیا کہ اس جگہ نقطہ کیونکہ پہلی بات کے ثبوت میں کس طرح واقع ہو گیا؟ فاعلن کی اذالت کا مستفعلن کے زحاف "طے" سے کیا واسطہ؟ غالب کا شعر

آب بہ بخشش بزور خوں سکندر بخورد

جاں بہ پذیری بہ پیچ نقد خضر نا روا

پیش کر کے آپ فرماتے ہیں کہ اس شعر میں جو تسکین اوسط کا عمل ہے، وزن مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن دو بار ہے۔

یہ بھی سہو ہے کہ کتب عروض میں بحر بسیط کی شاخوں میں یہ وزن نہیں ملتا۔ بحر منسرح کی فروعات میں جا بجا موجود ہے۔ غرض یہ ہے کہ مفعولات سے فاعلات بنانے مضموم مطوی ہے۔ اور غالب کا یہ شعر بحر منسرح کا ہے بحر منسرح مثمن میں اذالہ کا کیا کام؟ اگر عروض و ضرب میں فاعلان آتا ہے تو وہ (مطوی، موقوف) ہے اور فاعلن مطوی مکشوف (اسے مثمن سمجھ) جیسے اس شعر میں

بیٹھ تو پیٹھ میں یار   کچھ تو چھوں کو قرار

مفتعلن فاعلات   مفتعلن فاعلان

تو جو گیا اے نگار   صبر و تحمل کہاں

مفتعلن فاعلات   مفتعلن فاعلن

وسطی فاعلات کو مطوی موقوف سمجھنا ہی غلط ہے۔ کیونکہ زحاف وقف یا کشف عروض و ضرب سے مختص ہے حشو میں جائز نہیں۔ اسی لیے علامہ طوسیؒ نے لکھا ہے کہ "چاپ وزن چہار خانہ شود، مشطور یا غیر مشطور کن، و ہم ہر دو مصرع ہم مطوی موقوف یا مکشوف بکار دارند ہر قیاس عروض و ضرب۔ جب وزن چہار خانہ (مربع) ہو گا تو ہر خانہ ایک مصرع کے قائم مقام ہو جائے گا۔ اور پورا وزن مشطور ہو کر مضاعف ہو گا۔ اس طرح آدھا مصرع ایک مصرع ہوا۔ اور وقف یا کشف بمنزلہ عروض و ضرب ہو گا ورنہ یہ وزن بحر منسرح کا ہو ہی نہیں سکتا۔

چونکہ زیر بحث شعر کا وزن مفتعلن فاعلن (چار بار) ہے اور فاعلن مفعولات سے مکشوف ہے اور رکن مکشوف یا زحاف کشف درمیان مصرع ناجائز ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ شعر مذکور بحر منسرح میں نہیں۔ بلکہ بحر بسیط ہی میں ہے۔

(تسخیر فہمی)

شیوۂ اہلِ نظر

حال ہی میں ڈاکٹر محمد حسن کی ایک تصنیف "دہلی میں اردو شاعری کا فکری اور تہذیبی پس منظر" شائع ہوئی ہے۔ چونکہ میں مرزا عبدالقادر بیدل پر تحقیقی مقالہ لکھ رہا ہوں، میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا، اور جہاں جہاں بیدل یا ان کے معاصرین کا ذکر آیا ہے نوٹ کرتا چلا گیا۔ مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر ۲۵۰ اور ۲۵۱ پر بیدل کے ہم عصر موسوی خان فطرت کے متعلق ذیلی حاشیوں میں مخزن نکات اور نوائے وطن کے دو حوالے دیئے گئے ہیں۔

دوسرا حوالہ یوں ہے:-

"شاد نے نوائے وطن میں موسوی خان فطرت کے استاد ملا محمد علیم تحقیق کے دو اردو اشعار نقل کیے ہیں۔"

. . . .

(بشکریہ استاد سید محمد مسعود حسن صاحب رضوی)

مگر مندرجہ ذیل دو حوالوں سے شاد مرحوم کے اس بیان کی تردید ہو جاتی ہے کہ فطرت کے استاد ملا محمد علیم تحقیق تھے:-

۱:- ۱۱۴۳ میر محمد علیم تحقیق تخلص، مولدش بدیع الزماں سمرقندی المشہور بہ میر متین شاگرد رشید میرزا معز موسوی خان فطرت در بلدہ عظیم آباد خوش می گزرانید۔" (سفینۂ خوشگو مرتبہ عطا کاکوی ص ۲۵۵)

۲:- ملا محمد علیم تحقیق کو مرزا معز موسوی خان فطرت سے تلمذ تھا۔"

(بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا ص ۲۹ از ڈاکٹر اختر اورینوی)

خوشگو اور تحقیق کے شاگرد لالہ درگا چند القدرت کے باہمی خط و کتابت رہی ہے۔ علاوہ ازیں خوشگو تحقیق کے ہم عصر ہونے کی وجہ سے ان کا حوالہ زیادہ معتبر اور درست ہے۔ خدا جانے شاد مرحوم کا ماخذ

کیا تھا؟

میں نے پہلے ڈاکٹر صاحب کو خط لکھا، موصوف نے جواباً تحریر کیا کہ میں مسعود حسن صاحب رضوی سے رجوع کروں۔ میں نے مسعود صاحب کی خدمت میں بھی خط روانہ کیا اور ساتھ ہی جوابی لفافہ بھی۔ موصوف نے میرے خط کو قابلِ اعتنا ہی نہ سمجھا۔ میں نے استدعا کی تھی کہ آپ اپنی رائے گرامی سے نوازیں تاکہ میں کسی نتیجے پر پہنچ سکوں۔ اس قسم کے شیوۂ اہلِ نظر پر غالب کی زبان میں ؎

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

قارئینِ "ہماری زبان" سے التماس ہے کہ بیدل کی تصانیف کے مخطوطے اور بیدل سے متعلق کچھ مواد ان کے پاس ہو یا انھیں اس کا علم ہو تو از راہِ کرم مجھے مطلع فرمائیں، ممنون ہوں گا۔

(پروفیسر امانت۔ واڈیا کالج پونا)

معلومات

"ہماری زبان" کے یکم اکتوبر ۱۹۶۴ء کے شمارہ میں جناب عابد رضا بیدار نے ماہنامہ "معلومات" لکھنؤ کا نہایت ہی مختصر طور پر تعارف پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "لکھنؤ کا یہ ماہنامہ جو غالباً جولائی ۱۹۱۴ء سے نکلنا شروع ہوا اس کے مالک اور ایڈیٹر دالی تھے۔ .... جنوری تا جون ۱۹۱۵ء کے شمارے ہمارے پیش نظر ہیں...."

عابد صاحب مندرجہ بالا شمارے کے مضامین کی فہرست وغیرہ پیش کرنے کی بجائے "المیزان" علی گڑھ کا تعارف پیش کرنے لگتے ہیں اور اس طرح ہم رسالہ "معلومات" کے بارے میں مزید کچھ نہیں جان پاتے کہ اس میں کس طرح کے مضامین شائع ہوتے تھے؟ سالانہ قیمت، ضخامت، دفتر کا پتہ، مطبع کا نام وغیرہ کیا تھا؟

انجمن ترقی اردو کے سہ ماہی رسالہ "اردو" (اڈیٹر مولوی عبدالحق بی۔ اے) کے جولائی ۱۹۳۴ء کے شمارہ میں تبصرہ کے کالم میں صفحہ ۶۸۵ پر "معلومات" پر بھی ریویو ہے جس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ غالباً ۱۹۱۶ء میں "معلومات" بند ہو گیا تھا اور اب اٹھارہ برس بعد ۱۹۳۴ء میں اس کا دوبارہ اجرا ہوا ہے۔ "اردو" نے اس رسالہ کی بہت تعریف و حوصلہ افزائی کی ہے۔ "اردو" میں تبصرہ اس طرح ہے:۔

معلومات

(ماہانہ، اڈیٹر جناب عبدالوالی صاحب بی۔ اے لکھنؤ سالانہ چندہ پانچ روپے)

ہمیں جس قدر "معلومات" کے بند ہونے پر افسوس ہوا تھا اس سے زیادہ اس کے دوبارہ اجرا پر خوشی ہوئی اٹھارہ برس کی مدت کچھ کم نہیں ہوتی، اس عرصے میں دنیا کچھ کی کچھ ہو گئی ہے۔ سیاسیات، معاشیات، طرزِ خیال، علم و فن میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ہے۔ ایسے انقلابی زمانے میں جب کہ ہمارے اخبار اور رسائل اپنی پرانی ڈفلی پر وہی پرانا راگ الاپ رہے ہیں "معلومات" جیسے رسالے کی شدید ضرورت تھی۔ وہ ملک میں حرکت اور دلوں میں سچا جوش پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ رسم و رواج بے معنی تقلید، فرسودہ خیالات اور از کار رفتہ نظریوں کے جھاڑ جھنکار کو صاف کر کے نئی راہِ عمل، روشن خیالات اور زندہ تحریکات پیش کرنے کا خواہاں ہے۔ وہ پرانے کھنڈروں کو مسمار کر کے جدید خوشنما عمارتیں تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ وہ مردہ اور مردہ دلوں کا دشمن اور زندوں اور زندہ دلوں کا ساتھی ہے۔ "معلومات" اسم بامسمیٰ رسالہ ہے۔ اس کا فاضل اڈیٹر اپنے ملک کے حالات اور دنیا کی تحریکات سے باخبر ہے اور اپنے اہلِ وطن کو ان سے باخبر کرنے اور رکھنے کا آرزومند ہے وہ ناصح بے عمل نہیں۔ اس نے اس اٹھارہ برس کی مدت میں بہت کچھ کسب فیض اٹھائی ہے، آنکھیں بند کر کے خول کے ساتھ نہیں رہا بلکہ جو کچھ گزرا اسے اس نے آنکھیں کھول کے دیکھا، غور کر کے سمجھا اور بہت کچھ حاصل کیا۔ اس مشاہدے اور تجربے اور مطالعہ کے نتائج وہ ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے۔ کون ہے جو ان کے قبول کرنے سے ابا کرے گا؟ وہ اپنے خیال کے اظہار میں نہایت جری اور بے باک ہے۔ اس کے بیان میں جوش، قوت اور سادگی ہے۔ اس کے خیالات میں تازگی اور زندگی ہے۔ اس کے دل میں آگ ہے جو دوسروں کو گرمائے بغیر نہیں رہ سکتی اس کی رایوں سے اختلاف ہو مگر اس کی صداقت اور خلوص میں شک نہیں ہو سکتا۔

یہ بہت قابلِ قدر رسالہ ہے اور اردو زبان میں اپنی نوعیت کا ایک ہی ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ یہ رسالہ ہر اردو پڑھے لکھے شخص کے ہاتھ میں ہو۔ اس وقت کی ضرورت اسی کی متقضی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ استدعا رائیگاں نہیں جائے گی۔"

(مناظر عاشق ہرگانوی)

"ہماری زبان"

کو مضامین و مراسلات بھیجتے وقت یہ خیال رکھیں کہ وہ کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوں۔

(ادارہ)

آندھرا پردیش میں اردو کے قانونی موقف کا مطالبہ

یوم اردو کی روداد

(مرتبہ: سری نیواس لاہوٹی)

انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے ریاستی سرکاری زبان بل میں اردو کے قانونی موقف کے تعین کے لیے "یوم اردو" منانے کی جو اپیل کی تھی تاکہ انجمن نے مجوزہ بل میں جو ترمیمات پیش کی ہیں ان کے لیے رائے عامہ ہموار کی جائے اس پر سارے آندھرا پردیش میں ماہ فروری ۱۹۶۶ء کے پہلے ہفتے میں شاندار پیمانے پر اردو ہفتہ منایا گیا۔ شہر حیدرآباد کے علاوہ بارہ اضلاع کے مستقر اور تعلقہ جات و مواضعات میں تقریباً پچاس سے زائد جلسے منعقد ہوئے۔ ان جلسوں میں مختلف سیاسی جماعتوں، ادبی اور تہذیبی انجمنوں اور سماجی تنظیموں سے تعلق رکھنے والی ممتاز شخصیتوں نے حصہ لیا۔ یوم اردو کے جلسوں کو پارلیمنٹ، اسمبلی، قانون ساز کونسل کے اراکین، سابق وزراء اور ایک سابق گورنر کے علاوہ کانگریس کے رہنماؤں، کمیونسٹ پارٹی کے لیڈروں اور ضلع پریشدوں کے صدور نے بھی مخاطب کیا۔ ہندی اور تلگو اداروں کے سربراہوں نے ان جلسوں میں سرگرمی سے حصہ لیا اور اردو کے جائز مطالبے کی تائید میں اپنی آواز بلند کی۔ اس اردو ہفتہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اردو کو قانونی موقف دینے کے مطالبے کے ساتھ ساتھ اردو والوں نے تلگو کو بھی سرکاری زبان قرار دینے کے مطالبے کی بھی شدت سے تائید کی۔ چنانچہ انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے معتمد عمومی پروفیسر حبیب الرحمٰن نے اپنے ایک خصوصی بیان میں اس بات کا بھی مطالبہ کیا کہ "انگریزی کو سرکاری زبان کی حیثیت سے ہٹانے کا مسئلہ کئی سال سے معرض تعطل میں پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے تلگو اور اردو بولنے والوں میں خاص بے چینی پائی جاتی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس مسئلہ کے تصفیہ میں زیادہ دیر نہ کرے بلکہ جس قدر جلد ممکن ہو اس مسئلہ کی یکسوئی عمل میں لائے تاکہ آندھرا پردیش میں تلگو کو قانونی طور پر سرکاری زبان کا درجہ مل سکے۔"

ریاست آندھرا پردیش کے طول و عرض میں انجمن ترقی اردو کی اپیل پر اردو بولنے والوں نے "یوم اردو" منا کر اس بات کو ثابت کر دیا کہ اردو ادارے اور تنظیمیں اردو تحریک کی مرکزیت کا احساس رکھتے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی ان میں صلاحیت ہے۔ چنانچہ اسی احساس کے پیش نظر حیدرآباد کے اردو کارکنوں نے مشترکہ طور پر بھی ایک یادداشت وزیر قانون کی خدمت میں بھی پیش کی تاکہ حکومت کو یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اردو بولنے والے منتشر ہیں اور ان کی کوئی مشترکہ آواز نہیں ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ انجمن ترقی اردو نے محکمہ لیجسلیچر LEGISLATURE کے ایما پر ایک آزاد رکن اسمبلی نے تلگو کو سرکاری زبان بنانے کے لیے جو مجوزہ قانون پیش کیا ہے اس میں واضح طور پر اپنی جانب سے جو ترمیمیں پیش کی تھیں انھیں ترمیموں کو بعد میں تمام اردو اداروں اور افراد نے مشترکہ طور پر حکومت کے پاس پیش کر دیا تاکہ اردو والوں کی مشترکہ آواز کو حکومت نظر انداز نہ کر سکے۔

شہر حیدرآباد میں یوم اردو کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ پینتالیس سے زائد ادبی اور تہذیبی اداروں نے مشترکہ طور پر اور علیحدہ علیحدہ اپنے جلسے منعقد کیے اور انجمن کی اس یادداشت کی تائید کی جو حکومت کی خدمت میں پیش کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ تمام سیاسی جماعتوں کے قائدین نے صحافتی بیانوں کے ذریعے اردو کو قانونی موقف دیے جانے کے مطالبے کی بھرپور تائید کرتے ہوئے اسے تقویت پہنچائی۔

شہر حیدرآباد میں ریاستی انجمن کی جانب سے ایک جلسہ عام ۹ فروری ۱۹۶۶ء کو اردو ہال میں بلایا گیا تھا جس کی صدارت گجرات کے سابق گورنر نواب مہدی نواز جنگ نے کی۔ اس جلسہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس کو تمام سیاسی جماعتوں کے قائدین کے علاوہ ہندی، تلگو، مراٹھی اور دوسری ادبی و تہذیبی انجمنوں کے سربراہوں نے بھی مخاطب کرتے ہوئے اردو کے تعلق سے انجمن نے جو مطالبات اور مجوزہ قانون میں جو ترمیمیں پیش کی ہیں ان کی حمایت کا اعلان کیا۔

اضلاع، تعلقہ جات اور دیہاتوں میں جہاں جہاں بھی جلسے منعقد ہوئے ان کی مختصر روداد حسب ذیل ہے تاکہ "ہماری زبان" کے قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ آندھرا پردیش میں اردو والوں نے اپنی زبان کی حفاظت اور بقا کے لیے جو جد و جہد شروع کی ہے اور اس کی تائید و حمایت میں سارے آندھرا پردیش سے جو آواز بلند ہوئی ہے وہ صدا بصحرا ثابت نہیں ہو سکتی۔

(۱) ضلع اننت پور

(الف) مستقر ۴ فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر جلسہ سری نیواس لاہوٹی۔ مقررین: ڈاکٹر محی الدین صدر شعبہ اردو و شری وینکٹیشورا یونیورسٹی۔ پیران نظامی۔ ایم۔ اے جبار محمد عبد الاحد۔ (ب) کدری ۶ فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: شاہ محی الدین حسینی۔ مقررین: محبوب علی ایڈوکیٹ۔ کے فرید خاں۔ ڈاکٹر ابراہیم سکندر خاں اور سری نیواس لاہوٹی۔ (ج) گنتکل ۳ فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: خورشید پاشاہ صاحب۔ مقررین: تاج ہاشمی۔ ڈاکٹر عبد الجبار شیدا اور سری نیواس لاہوٹی۔ (د) ہندوپور ۵ فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: الحاج عبد الوحید صاحب سابق چیرمین میونسپل کونسل۔ مقررین: حاجی پیران نظامی۔ مولانا بشیر احمد۔ مولوی عبد اللطیف، عبد الشکور اور سری نیواس لاہوٹی۔

(۲) ضلع محبوب نگر

(الف) مستقر محبوب نگر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر جلسہ: کے سدی منگیا نائب صدر کانگریس۔ مقررین: نبی ہمت راؤ ایم۔ پی۔ ستور رنگیا صدر بلدیہ، پروفیسر حبیب الرحمٰن اور نصرت فاروقی ایڈوکیٹ۔

(ب) جڑچرلہ۔ ۱۲رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: وکنٹہ کیشو راؤ ایم۔ ایل۔ اے مقررین: ٹی۔ چمپیا۔ نصرت فاروقی ایڈوکیٹ۔ محمد غوث۔ محمد شریف بابر۔ (ج) کوتہ کوٹہ۔ ۵رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: پی وینکٹ ریڈی۔ مقررین: ڈاکٹر نرسمہواں راؤ اور رام ریڈی۔ (د) کوڑنگل۔ ۷رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: عبدالرزاق صاحب قمر ایڈوکیٹ۔ (ہ) کوسگی ۸رفروری ۱۹۶۶ء صدر: جن تیجیا صدر کانگریس۔ (و) ناگر کرنول ۲رفروری ۱۹۶۶ء۔ (ز) آتما کور۔ ۶رفروری ۱۹۶۶ء۔ (ح) گدوال۔ ۳رفروری ۱۹۶۶ء (ط) کلکرتی۔ ۵رفروری ۱۹۶۶ء (ی) کلکور۔ ۲رفروری ۱۹۶۶ء

(۳) ضلع کھمم

(و) مستقر۔ ۳رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: پی نرسمہواں راؤ جیوتی ایڈوکیٹ۔ مقررین: ہیرالال موریا ایم۔ ایل۔ سی کے۔ دھوسدن راؤ۔ سکندر محسن۔ کے۔ اپاراؤ۔ شیخ محبوب علی۔ محمد فخرالدین۔ محمد اسمعیل۔

(۴) ضلع ورنگل

(و) مستقر ۶رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: وی۔ کے۔ جوگن راؤ۔ مقررین: کالوجی رامیشور راؤ۔ ٹی ہیگریوا چاری۔ ایم۔ ایل۔ اے (صدر تلنگانہ علاقائی کمیٹی) ڈاکٹر راج بہادر گوڑ سابق ایم۔ پی۔ عبدالقادر ایڈوکیٹ۔ سوار سولی ایڈوکیٹ۔ گنگو ستیہ نارائین۔ واسو دیو راؤ اور نجمہ نکہت صاحبہ۔

نوٹ: اس کے علاوہ ورنگل کے دوسرے نواحی علاقوں قاضی پیٹ، شعرا اور ورنگل باؤلی میں بھی علحدہ علحدہ جلسے ہوئے جس میں دوسرے مقررین کے علاوہ شری مخدوم محی الدین ایم۔ ایل۔ سی قابل ذکر ہیں۔

بلدیہ ورنگل کے تمام اراکین نے انجمن کے مطالبے کی حمایت کرتے ہوئے مشترکہ طور پر ایک دستخطی بیان جاری کیا۔

ضلع پریشد کے چودہ اراکین نے بھی اردو کے جائز مطالبے کی حمایت کی اور دستخطی بیان جاری کیا۔

(۵) ضلع عادل آباد

(و) مستقر۔ ۳رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: پی نرسا ریڈی ایم۔ ایل۔ اے صدر ضلع کانگریس کمیٹی۔ مقررین: جے۔ وی نرسنگ راؤ صدر آندھرا پردیش الکٹریسٹی بورڈ۔ ڈاکٹر راج بہادر گوڑ۔ عارف خاں ایم۔ ایل۔ سی۔ گنگا ریڈی صدر ضلع پریشد۔ شنکر لال صدر مجلس بلدیہ۔ (ب) سرپور ٹاؤن۔ ۳رفروری ۱۹۶۶ء۔ سلیم اللہ خاں منعقدہ دار کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا۔

(۶) ضلع نلگنڈہ

(و) دیورکنڈہ۔ ۳رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: ایم کشٹل راؤ ایڈوکیٹ۔ مقررین: آر رنگاراؤ۔ ڈی پلا ریڈی ایڈوکیٹ۔ زین العابدین۔ (ب) ناگارجن ساگر ڈیم ۶رفروری ۱۹۶۶ء۔

(۷) ضلع کولاپہ

(و) مستقر۔ ۰رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: پی اسی ریڈی سابق رکن پارلیمان۔ مقررین: پی نارائین آچاریہ۔ شری سبا رام راجو ایم۔ ایل۔ سی۔ سری نواس لاہوٹی اور عبدالستار صاحب۔ (ب) رائچوٹی۔ راجم پیٹ اور سیدوڈو ٹور میں بھی جلسے منعقد ہوئے اور انجمن کے مطالبات کی تائید کی گئی۔

(۸) ضلع کرنول

(و) مستقر۔ ۵رفروری ۱۹۶۶ء صدر: پروفیسر حبیب الرحمٰن۔ مقررین: پروفیسر فقیر پاشا قادری۔ عبدالرزاق فاروقی۔ شیخ محمد نظامی۔ عبدالغنی۔ عبدالجبار اور شمس الدین۔ (ب) ادونی۔ ۲رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: عبدالکریم قائل۔ مقررین: سری نیواس لاہوٹی۔ عبدالکریم روحانی لکچرر اردو۔ ملکشمن ریڈی لکچرر تلگو۔ عبدالرزاق، عبدالروف خاں اور محمد اسمعیل ایڈوکیٹ۔

(۹) ضلع کرشنا

(و) بجے واڑہ۔ ۶رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: شریف اقبال حسین احمد ایڈوکیٹ۔ مقررین: کوٹیشور راؤ ایم۔ ایل۔ اے۔ دسرتھ رام۔ عبدالرحمٰن ایڈوکیٹ۔ سری رام مورتی ایڈیٹر وجے وانی۔ محبوب علی اور نثار زرانی

(۱۰) ضلع نظام آباد

(و) مستقر۔ ۵رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: ڈاکٹر کے وی رنگا ریڈی ایم۔ ایل۔ اے۔ مقررین: جمیل الرحمٰن (کمیونسٹ پارٹی) ہری نارائن ایم۔ ایل۔ اے۔ مدن لال گپتا ایڈوکیٹ۔ سید یوسف ایڈوکیٹ۔ مرزا وحید احمد بیگ ایڈوکیٹ۔ (ب) شکر نگر۔ ۴رفروری ۱۹۶۶ء صدر: ایم سری نیواس راؤ صدر پنچایت سمیتی۔ مقررین: کے وی ریڈی صدر ضلع کانگریس کمیٹی۔ عالم علی خاں اڈمنسٹریٹو آفیسر نظام شوگر فیکٹری۔ ہریندر کمار استھانہ۔ حافظ رفیق احمد۔ مرزا وحید احمد بیگ۔ اور ساغر حیدر آبادی۔ (ج) بوکرٹ۔ ۳۰رجنوری ۱۹۶۶ء۔ صدر: رام ریڈی۔ مقررین: رنگا ریڈی۔ چنا ریڈی۔ عبدالرحیم اور ڈاکٹر غلام نصیرالدین۔ (د) آرمور ۶رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: پی تما ریڈی صدر کانگریس۔ مقررین: کے وی نرسمہواں ریڈی ایڈوکیٹ۔ عبدالستار النصری۔ اور محمد احمد صابری گتہ دار (ہ) کاما ریڈی۔ ۶رفروری ۱۹۶۶ء صدر: خواجہ معین الدین ایم۔ اے۔ مقررین: چنا نرسمہم۔ امتیاز الدین اور فہیم بیگ وغیرہ۔ (و) کوشکیر۔ ۶رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: مادھو راؤ دیش پانڈے سابق ایم۔ ایل۔ اے۔ مقررین: محمد یوسف علی وغیرہ۔ (ز) بانسواڑہ۔ ۶رفروری ۱۹۶۶ء۔

(۱۱) ضلع کریم نگر

(و) مستقر۔ ۷رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: جے چوکا راؤ صدر ضلع پریشد کریم نگر۔ مقررین: عابد علی خاں، ایڈیٹر سیاست، مکند لال مصرا ایڈوکیٹ رام ولبھ لاہوٹی۔ ایم رام گوپال ریڈی ایم۔ ایل۔ اے پریم چندا صدر مجلس بلدیہ۔ جگا ریڈی ایڈوکیٹ۔ مکند ریڈی۔ واکشمی وینکٹ رام راؤ معتمد کمیونسٹ پارٹی اور کمال کریم نگری۔ (ب) جگتیال۔ ۰رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: ایم رام گوپال ریڈی ایم۔ ایل۔ اے۔ مقررین: جگیا صدر مجلس بلدیہ۔ مکند لال مصرا ایڈوکیٹ رمنا چاری اور عبدالقادر فاروقی ایڈوکیٹ۔ (ج) کورٹلہ یکم فروری ۱۹۶۶ء

صدر: وی جسونت راؤ۔ مقررین: وی بی رنگا راؤ ایم۔ ایل۔ اے۔ رام گوپال راؤ دیش مکھ، یشونت راؤ۔ گنگا رام جنکر یا اور محمد اسمٰعیل۔

(د) دیولوڑہ۔ ۲۰ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: مرزا نجیم۔ مقررین: چندرا مولی۔ جگموہن سنگھ۔ کنڈیا۔ محمد یوسف۔ آرسنگیا اور محمد فخرالدین۔

(ہ) پدا پلی۔ ۶ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: وی رتیا۔ مقررین: پنچو سنگھ اور دوسرے۔ (و) گنگا پلی۔ ۴ر فروری ۱۹۶۶ء

(۱۲) ضلع میدک

(ا) جوگی پیٹ۔ ۶ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: لکشما ریڈی ایم۔ ایل۔ سی۔ مقررین: ہری پرشاد ایڈووکیٹ۔ ڈاکٹر سی۔ این۔ اشتہاد شیام سندر ایم۔ اے۔ چندریا آریہ۔ رکن الدین ایڈووکیٹ اور سردار جمیل۔ (ب) ظہیرآباد۔ ۴ر فروری ۱۹۶۶ء صدر: قادر محی الدین ایڈووکیٹ۔ مقررین: رام راؤ سپا ڈکر معتمد کمیونسٹ پارٹی۔ شیخ محمود ایڈووکیٹ۔ خواجہ علی۔ عبدالحکیم جمال۔ سید بشیرالدین اور ایم۔ ایس غوری۔ (ج) سداشیو پیٹ۔ ۵ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: وینکٹ راملو صاحب۔ مقررین: قادری از ہر وغیرہ۔ (د) من پلی۔ ۵ر فروری ۱۹۶۶ء صدر: یشونت راؤ پٹیل۔ مقررین: ابو محمد وغیرہ۔ (ہ) اسد گنج۔ ۰ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: نرسمہاں ریڈی۔ مقررین: احمد حسین وغیرہ۔ (و) نظام پور۔ ۸ر فروری ۱۹۶۶ء (ز) سدی پیٹ۔ ۹ر فروری ۱۹۶۶ء۔

نوٹ:۔ یہ فہرست نامکمل ہے۔ اضلاع جات سے ہنوز رپورٹیں وصول طلب ہیں۔ (مرتب)

انجمن ترقی اردو آندھرا کے وفد کی وزیر اعلیٰ سے ملاقات

حیدرآباد۔ ۲۳ر مارچ۔ انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کا ایک وفد جناب نواب مہدی نواز جنگ سابق گورنر گجرات کی قیادت میں آندھرا کے وزیر اعلیٰ کے برہمانند ریڈی سے ملا۔ اس وفد میں جناب کے۔ وی۔ رنگا ریڈی سابق نائب وزیر اعلیٰ آندھرا پردیش، پروفیسر ہارون خاں شروانی، جناب رائے ست گرو پرشاد صدر بائیسوسی ایشن، جناب عابد علی خاں ایڈیٹر "سیاست" اور جناب حبیب الرحمٰن خاں سکریٹری ریاستی شاخ انجمن ترقی اردو شامل تھے۔ وفد نے وزیر اعلیٰ کو اردو کے قانونی موقف کے مطالبے کے سلسلے میں صحیح صورت حال سے آگاہ کیا اور اس مطالبے کے سلسلے میں بعض حلقوں کی طرف سے جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں ان کو دور کیا۔ وزیر اعلیٰ نے وفد کو بتایا کہ وہ صورت حال کو پوری طرح سمجھتے ہیں اور یقین دلایا کہ اردو کے تحفظ کے سلسلے میں جو اعلانات کئے گئے ان سے حکومت کے پھرنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(سری نواس لاہوٹی)

جناب امتیاز علی خاں عرشی کی اکسٹھویں سالگرہ کی تقریب

نئی دہلی۔ ۲۰ر مارچ ۱۹۶۶ء اتوار کے دن سپرو ہاؤس نئی دہلی کے وسیع اور پُرفضا سبزہ زار میں مولانا امتیاز علی خاں عرشی کی اکسٹھویں سالگرہ کی تقریب پر جلسہ ہوا۔ اس موقع پر دلی کے تقریباً تمام ادیب اور شعرا اور اخبار نویس جمع تھے۔ جلسے میں شرکت کے لیے علی گڑھ سے پروفیسر آل احمد سرور اور ڈاکٹر مختارالدین احمد آئے تھے اور الٰہ آباد سے پروفیسر سید احتشام حسین۔ رامپور سے بھی بعض حضرات تشریف لائے، جن میں مولانا عبدالسلام پرنسپل اورینٹل کالج رامپور اور مولانا محمد اسحاق النبیی علوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حاضرین کی تعداد ڈھائی تین سو کے لگ بھگ ہو گی۔ جلسے کی صدارت نائب صدر جمہوریہ ہند جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے فرمائی۔ سب سے پہلے پروفیسر مجیب وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے تقریر کی اور عرشی صاحب کی علمی و ادبی خدمات پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد کرنل بشیر حسین زیدی ممبر پارلیمنٹ نے تقریر فرمائی۔ موصوف ۱۹۴۷ء سے پہلے ریاست رامپور میں چیف منسٹر کے عہدے پر فائز رہے تھے، اور اسی زمانے میں عرشی صاحب نے ان کے ساتھ کام کیا تھا۔ زیدی صاحب نے اس عہد کے بعض واقعات بیان کیے۔ اور عرشی صاحب کی رضا لائبریری سے محبت اور اس کی ترقی اور افادیت میں اضافے سے شغف کا خاص طور پر ذکر کیا۔ اس کے بعد رامپور کے ایک نوجوان شاعر جناب تصور حسین تصور زیدی نے عرشی صاحب کی خدمت میں اپنا منظوم ہدیۂ عقیدت پیش کیا۔ یہ نظم "ہماری زبان" کے اسی شمارے میں دی جا رہی ہے۔ آخری تقریر پروفیسر آل احمد سرور کی تھی، جس میں انھوں نے عرشی صاحب کی ان مساعی پر خاص طور پر روشنی ڈالی جو موصوف نے پچھلے تیس برس میں غالب شناسی کے سلسلے میں کی ہیں اور جن کی وجہ سے اردو میں تحقیق و تنقید کا معیار بہت بلند ہو گیا ہے۔ اس کے بعد جناب صدر بالقابہ نے حاضرین کو خطاب کیا۔ عرشی صاحب کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انھوں نے کہا۔

"عرشی صاحب کی علمی اور ادبی خدمات ہمارے اہل نظر حلقوں سے مخفی نہیں۔ انھوں نے غالب کی نظم و نثر کو بہترین حسن و ترتیب سے شائع کیا ہے۔ غالب نے جو خطوط نواب یوسف علی خاں والیٔ رامپور اور ان کے جانشین نواب کلب علی خاں کے نام لکھے تھے، انھیں عرشی صاحب ہی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ اس کے اردو اور فارسی کلام کا انتخاب بھی، جو کتاب خانۂ رامپور میں محفوظ تھا، انھیں کی کوشش سے منظر عام پر آیا۔ غالب کا تمام منظوم اردو کلام بھی انھیں نے جمع کیا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ ساہتیہ اکاڈمی نے انھیں اس کتاب پر ۱۹۶۱ء میں اپنا انعام دیا تھا۔

انھوں نے متعدد دوسری اردو فارسی کتابیں بھی شائع کی ہیں اور ان سب کا معیار اتنا بلند ہے کہ ہم انھیں بے جھجک دنیا کے کسی دوسرے ملک کے تحقیقی کام کے مقابلے میں رکھ سکتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں انھوں نے امام سفیان ثوری کی عربی تفسیر قرآن مرتب کرکے شائع کی ہے۔ اس تفسیر کا واحد قلمی نسخہ بھی خود انھوں نے رضا لائبریری میں دریافت کیا اور اسے اپنے معروف بلند معیار سے مرتب کرکے علمی دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

ڈاکٹر صاحب نے تقریر کے بعد عرشی صاحب کی خدمت میں وہ خاص کتاب (نذر عرشی) پیش کی جو اسی موقع کے لیے تیار کی گئی تھی۔ اسے مالک رام صاحب اور ڈاکٹر مختار الدین احمد نے مرتب کیا ہے۔ اس میں ہندوستان پاکستان اور یورپ کے متعدد مصنفوں اور ادیبوں کے مقالے اور مضامین شامل ہیں (اس پر تبصرہ عنقریب شائع ہوگا) آخر میں مولانا عرشی مدظلہ نے مجلس 'نذر عرشی' کا شکریہ ادا کیا اور نئے لکھنے والوں کو ہدایت کی کہ وہ محنت اور لگن سے کام کریں اور برابر اپنے کام کا معیار بڑھاتے رہیں۔ تقریب کے بعد چائے کا دور رہا۔　　(نامہ نگار)

جدید شاعری میں ابہام کی نوعیت پر پروفیسر احتشام حسین کا توسیعی لیکچر

علی گڑھ ۱۰؍ مارچ۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے توسیعی لیکچروں کے سلسلے میں آج پروفیسر احتشام حسین کا لیکچر ہوا۔ لیکچر کا موضوع "جدید شاعری میں ابہام کی نوعیت" تھا۔ جلسے کی صدارت پروفیسر آل احمد سرور ڈین فیکلٹی آف آرٹس نے کی۔

پروفیسر احتشام حسین نے اپنے لیکچر کے شروع میں کہا کہ "ابہام" ایک اضافی صفت ہے، اس لیے اس مسئلے پر گفتگو کرتے وقت اس کا پورا پس منظر ذہن میں رہنا چاہیے۔ احتشام صاحب نے اپنے تحریری لیکچر میں ابہام کی مختلف شکلوں اور تعریفوں پر تفصیل اور وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی اور مغرب اور مشرق کے اہم ادیبوں کے خیالات کی روشنی میں شاعری اور ابہام کے مثبت اور منفی تعلق کی نشاندہی کی۔ انھوں نے کہا کہ ابہام کی نوعیت ہر زمانے میں مختلف ہوتی ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک زمانے میں جس چیز کو ابہام کہا جاتا ہے دوسرے عہد میں اس کی شکل بالکل مختلف ہو جاتی ہے۔ ابہام کا تعلق صرف شاعری سے نہیں ہے قاری یا سامع سے بھی ہے۔ شاعر بعض اوقات ایسی باتیں کہتا ہے یا ایسے جذبات کا اظہار کرتا ہے جن کو عام قاری سمجھنے یا محسوس کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ یہاں ابہام کی وجہ شاعر نہیں قاری یا سامع ہے۔ لیکن بعض اوقات شاعر اپنے ذہنی نظریے، اپنے خیالات اور اپنی زبان کی وجہ سے شاعری کے ایسے نمونے تخلیق کرتا ہے جو کسی زمانے میں بھی سمجھے نہیں جا سکتے۔ ابہام کا اصل اطلاق ایسے ہی نمونوں پر ہوتا ہے۔ جدید اردو شاعری کا ذکر کرتے ہوئے احتشام صاحب نے کہا کہ آج کل عام طور سے جس قسم کی شاعری ہو رہی ہے وہ ابہام کی بُری طرح شکار ہے۔ اگر یہ رجحان یونہی بڑھتا رہا تو اردو شاعری کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ مقالے کے بعد احتشام صاحب نے جدید شعرا کی کچھ ایسی نظمیں سنائیں جن پر ابہام کا سایہ بہت گہرا تھا۔

مقالے پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر وحید اختر نے کہا کہ احتشام صاحب نے جن شعرا کو بطور مثال پیش کیا ہے وہ نئے جدید شعرا میں کوئی اہم مقام نہیں رکھتے ان نظموں کو مبہم کہنے کے بجائے اگر مہمل کہا جائے تو زیادہ صحیح ہوگا۔ وحید اختر صاحب نے احتشام صاحب سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ بعض ترقی پسند شعرا بھی آجکل ایسی نظمیں لکھ رہے ہیں جن کو مبہم کہا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر فیض اور مخدوم محی الدین کی بعض نئی نظمیں۔

خلیل الرحمٰن اعظمی نے مقالے پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ احتشام صاحب کا مقالہ بہت ہی بصیرت افروز تھا۔ جن باتوں کی طرف احتشام نے اشارہ کیا ہے وہ واقعی قابل توجہ ہیں۔ البتہ ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ شاعری میں ابہام کے مسئلے پر گفتگو کرتے وقت اشاریت اور ابہام کے نازک فرق کو عام طور سے ملحوظ نہیں رکھا جاتا، اسی لیے بعض ایسی نظموں کو بھی مبہم کہہ دیا جاتا ہے جن میں اشاریت یا رمزیت ہوتی ہے۔

احتشام صاحب نے وحید اختر صاحب اور خلیل صاحب کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے اپنا نقطۂ نظر پھر واضح کیا۔

آخر میں صدر جلسہ پروفیسر آل احمد سرور نے مقالے کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ انھوں نے کہا کہ احتشام صاحب نے بڑا بصیرت افروز اور خیال انگیز مقالہ پڑھا ہے۔ احتشام صاحب نے جدید شاعری کے جن منفی رجحانات کی طرف اشارہ کیا ہے ان پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ احتشام صاحب کا مقالہ ایک طرح سے خطرے کی گھنٹی ہے یعنی ہماری جدید شاعری میں بعض ایسی چیزیں راہ پا گئی ہیں جن کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن یہاں میں ابہام کے مثبت پہلوؤں کی طرف بھی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ شاعری یا ادب میں پھاوڑے کو پھاوڑا یا اپنی بات کو کھلے ڈلے یا براہ راست انداز میں کہنے کو میں اتنا ہی غیر مستحسن سمجھتا ہوں جتنا کہ بات کو بلا وجہ گھما پھرا کر یا مبہم انداز میں کہنے کو۔ شاعری یا ادب میں حسن اور اہمیت رمزیت اور ایمائیت ہی سے آتی ہے۔ اچھے شعر کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کو پڑھتے ہی ذہن میں پھلجھڑیاں چھوٹنے لگیں۔ اور یہ خوبی اسی وقت آ سکتی ہے کہ شاعر اپنی بات اشارے اور رمز میں کہے جس سے ہمارا ذہنی افق وسیع ہوتا ہے۔ میں ابہام کو بُرا نہیں سمجھتا ہاں اشکال کو کوئی اچھی علامت نہیں سمجھتا۔ میرا خیال ہے کہ جدید شاعروں میں بعض شعرا کے یہاں بہت امکانات ہیں، اسی لیے میں اردو شاعری کے مستقبل سے ناامید نہیں۔ جدید شاعری میں ابہام کو مصوری میں تجریدی آرٹ اور مغرب کی ایسی ہی دوسری تحریکوں کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ابہام مفہوم کا نہیں تاثر یا فضا کا بھی ہو تو گوارا ہو سکتا ہے۔

(نامہ نگار)

شاخ پٹیالہ کی ادبی نشست

پٹیالہ مورخہ ۱۴؍ مارچ ۱۹۶۶ء انجمن ترقی اردو (ہند) ماڈل ٹاؤن پٹیالہ کے زیر اہتمام گزشتہ شب شری آشرم ڈگھو باجرہ پٹیالہ میں ایک شاندار ادبی نشست منعقد ہوئی جس میں مقتدر مقامی شعراء میں لسان الاعجاز سردار اودے سنگھ شائق۔ جناب نوبہار صابر۔ جناب نازاں سرحدی۔ جناب بہیش پٹیالوی۔ جناب جوہر بھارتی۔ جناب پریم حسرت۔ جناب بیلش ۔۔۔ جناب وشنا اور جناب رشی پٹیالوی کے نام قابل ذکر ہیں۔ اس محفل شعر و سخن کی صدارت پنجاب کے مشہور ٹی بی اسپیشلسٹ ڈاکٹر خوش دیو سنگھ نے فرمائی۔ معززین شہر میں جناب گوردیپ ڈھلوی لیڈی ڈاکٹر مس گنڈا سنگھ، ڈاکٹر لکشن دیر جناب جولی اور مسنز کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس سے قبل ڈاکٹر خوش دیو سنگھ نے بالعموم شہریان پٹیالہ اور بالخصوص شعراء اور ادیبوں سے موجودہ حالات کے پیش نظر ہندو سکھ ایکتا برقرار رکھنے کی اپیل کی۔ یہ محفل رنگارنگ رات کے دس بجے انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

(جوہر بھارتی سکریٹری)

چاندہ میں انجمن ترقی اردو کی شاخ

۱۳؍ مارچ ۱۹۶۶ء۔ گذشتہ اتوار کو جناب فیض انصاری سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) علاقہ ودربھ کی آمد پر حامیان اردو کا ایک جلسہ رفیع احمد قدوائی میموریل اردو ہائی اسکول (جو گذشتہ سال ہی فیض انصاری صاحب کی انتھک کوششوں سے قائم ہوا) کی بلڈنگ میں فیض انصاری صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ وزیر علی صاحب نے انجمن کی شاخ کے قیام کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ ضلع چاندہ میں اردو کے تحفظ کے لیے انجمن کی شاخ کا قیام کس قدر ضروری ہے۔ اس کے بعد عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا جو حسب ذیل ہے۔

جناب عبد الصمد صاحب، ایکسپورٹ اینڈ امپورٹ ایجنٹ۔ صدر

جناب عبد القادر شیخ محمد صاحب فارسٹ کنٹریکٹر۔ نائب صدر

جناب وزیر علی صاحب۔ سکریٹری

(۱) جناب ماسٹر شیخ امام صاحب (۲) جناب محمد صادق کوثر نظامی صاحب (۳) عبد الوحید نظامی صاحب (ورد) (۴) ماسٹر شیخ رمضان صاحب اراکان مجلس منتظمہ ایک تجویز کے ذریعہ انجمن کے زیر اہتمام بالغوں کے لیے ایک شبینہ مدرسہ جاری کرنا منظور کیا گیا جو اس وقت جاری ہے جس میں تقریباً ۵۰ بالغ اردو کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

ایک اور تجویز کے ذریعہ صدر، نائب صدر اور سکریٹری کو اختیار دیا گیا کہ وہ چاندہ کی میونسپل کمیٹی کے صدر سے ملاقات کر کے شہر میں ایک اور اردو پرائمری اسکول کھولنے کی درخواست کریں اور اس بلڈنگ کو اردو اسکول کو ہی دینے کا مطالبہ کریں جو اس سے خالی کرا کے تعمیر کی گئی ہے اور جس کے متعلق اندیشہ ہے کہ اردو اسکول کو نہیں دی جائے گی۔

تیسری تجویز کے ذریعہ ضلع چاندہ کے حامیان اردو بالخصوص مسلمانوں سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے بچوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں قدوائی ہائی اسکول میں داخل کرائیں اور اسکول کے بلڈنگ فنڈ میں دل کھول کر حصہ لیں تاکہ اس کی بلڈنگ کو وسعت دینے میں سہولت ہو اور اس اسکول کو ٹیکنیکل اسکول بنانے کا منصوبہ پورا ہو سکے۔

(وزیر علی سکریٹری انجمن ترقی اردو چاندہ)

خواتین کی ادبی انجمن "نئے چراغ"

علی گڑھ ۲۰؍ فروری ۱۹۶۶ء کو ادبی ذوق رکھنے والی مسلم یونیورسٹی اور ویمنس کالج کی چند طالبات کی ایک نشست ہوئی جس میں ایک نئی انجمن "نئے چراغ" کی تشکیل کی گئی۔ حسب ذیل عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں آیا۔ محترمہ رفعت بشریٰ صدر، نجمہ محمود نائب صدر، اور عندلیب زہرا کاظمی سکریٹری منتخب ہوئیں۔ دوسرے عہدہ داروں کا انتخاب بھی ہوا۔

۲۴؍ فروری ۱۹۶۶ء شام ساڑھے تین بجے انجمن "نئے چراغ" کا افتتاحی جلسہ بمقام بی/۴ تدبیر احمد روڈ منعقد ہوا۔ افتتاحی رسم مشہور ناول و افسانہ نگار ادیبہ محترمہ رضیہ سجاد ظہیر نے انجام دی۔

سکریٹری کی رپورٹ کے بعد صدر صاحبہ نے اپنی مختصر تقریر میں انجمن کے اغراض و مقاصد اور علی گڑھ کی ادبی فضا پر روشنی ڈالی۔

چائے کے بعد محترمہ رضیہ سجاد ظہیر نے اپنی کہانی "دوشالہ" سنائی اور اپنے روسی سفر کے کچھ دلچسپ واقعات بیان فرمائے۔

(سکریٹری انجمن نئے چراغ)

جلسۂ تعزیت و مشاعرہ بیادگار حضرت قیصر بدایونی مرحوم

قیصر بدیر دی کی یاد میں بتاریخ ۱۲؍ مارچ ۱۹۶۶ء کو ایک جلسۂ تعزیت منعقد ہوا جس کی صدارت پاراسر ایم۔ ایل۔ سی و صدر میونسپل کمیٹی آگرہ نے فرمائی۔ اور جناب محمد عارف الرحمن خاں صاحب ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج الوت گل نے افتتاح فرمایا اور اپنی بصیرت افروز تقریر سے جلسے کی ابتدا کی۔ اس کے بعد جناب حبیب الرحمن صاحب صدیقی (مرادنی) جناب شیخ عبد اللہ صاحب انکم ٹیکس کمشنر آگرہ نے اور جناب صدر نے تقاریر کیں۔ جلسۂ تعزیت کے فوراً بعد ہی جناب خان محمد اصغر حسین صاحب ایڈووکیٹ و صدر انجمن ترقی اردو نے فرمایا کہ حضرت قیصر کی یادگار قائم کرنے کیلئے انجمن نے کیا کیا ارادے ہیں اور عوام سے انجمن کے ان ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مدد کی اپیل کی۔ مشاعرہ کی صدارت کیلئے قاضی محمد علی صاحب ایڈووکیٹ کا نام کی تحریک و تائید کی گئی تھی۔ کیلئے انجمن کی جمع سازی کا کام شروع کرنے کیلئے ایک ویلفیئر کمیٹی قائم کر دی گئی۔ (بشیر احمد شہید سکریٹری)

مالک انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا اور پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ سے شائع کیا